چودھری شجاعت حسین صاحب کے کہنے پر صرف ایک نکتہ پر اپنی رائے دی ہے اور انھی کے کہنے پر وزارت قانون کے اعلیٰ افسران کو اس بات پر مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم جو رائے دے رہے ہیں، قرآن وسنت کی تعلیمات کا منشا وہی ہے۔ اس سے زیادہ ہمارا کوئی کردار نہیں ہے اور نہ ہماری رائے کو کوئی آئینی اور قانونی درجہ حاصل ہے۔ یہ بل ہماری رائے سمیت دوبارہ سلیکٹ کمیٹی میں جا سکتا ہے بلکہ قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا یہ مطالبہ اخبارات میں آ چکا ہے کہ تحفظ حقوق نسواں بل کو علما کمیٹی کی سفارشات کے ساتھ سلیکٹ کمیٹی میں دوبارہ بھیجا جائے۔ اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل بھی اس پر غور کر سکتی ہے اور میری معلومات کے مطابق کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ حکومت اس کے پاس بل نہ بھی بھیجے تو وہ اپنے کسی رکن کی تحریک پر ایسا کر سکتی ہے۔ اس لیے اس کمیٹی کو اسلامی نظریاتی کونسل کے متوازی قرار دے کر اسے احتجاجی استعفا کی بنیاد بنانا میرے خیال میں درست طریق کار نہیں ہے اور محترم جاوید احمد غامدی صاحب کو اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

حدود آرڈیننس کے حوالے سے اب تک ہونے والی پیش رفت کے بارے میں ایک اجمالی رپورٹ مذکورہ سطور میں قارئین کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ وہ رمضان المبارک کے خصوصی اوقات میں اس دعا کا بطور خاص اہتمام فرمائیں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو دین کی سربلندی، قومی وحدت، ملکی سالمیت اور ملت کی بہتری کے لیے باہمی افہام وتفہیم کے ساتھ بہتر فیصلوں کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین۔

جہاد کے بارے میں پوپ بینی ڈکٹ کے ریمارکس

کیتھولک مسیحیوں کے عالمی راہ نما پوپ بینی ڈکٹ شانز دہم نے ۱۲ ستمبر کو جرمنی کے دورہ کے موقع پر یونیورسٹی آف ریجنز برگ میں کم وبیش ڈیڑھ ہزار طلبہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ریمارکس دیے، ان پر دنیاے اسلام میں ایک بار پھر احتجاج واضطراب کی لہر اٹھی ہے اور ان ریمارکس کو توہین آمیز قرار دے کر پاپاے روم سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان گستاخانہ ریمارکس پر معافی مانگیں۔ پاپاے روم کے اس خطاب کا بنیادی موضوع یہ تھا کہ مغرب نے مختلف سائنسی اور سماجی علوم کو بنیاد بنا کر خدا کی راہ نمائی اور مذہب کو ایک طرف کر رکھا ہے جو درست نہیں ہے، کیونکہ مغرب جب خدا کو ایک طرف کر کے ثقافتوں کے مابین مکالمے کی بات کرتا ہے تو دنیا دوسری ثقافتوں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے عقیدہ وایمان کی نفی کی جا رہی ہے، اس لیے ایسی عقل جو خدا کی کی راہ نمائی سے بے بہرہ ہو اور جو مذہب کو محدود ثقافتی دائرے میں محصور کر دیتی ہو، وہ ثقافتوں کے مابین مکالمہ شروع کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ پوپ بینی ڈکٹ نے قرآن کے تصور جہاد کو بھی گفتگو کا موضوع بنایا اور چودھویں صدی کے ایک بازنطینی مسیحی حکمران عمانویل دوم پیلیولوگس کے ایک مکالمہ کے حوالے سے ایسی باتیں کہہ دیں جو نہ صرف یہ کہ جہاد کے جذبہ وتصور کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے مترادف ہیں۔ مذکورہ مکالمے میں مسیحی حکمران نے کہا تھا:

"مجھے دکھاؤ کہ محمد نے نئی چیز کیا پیش کی ہے؟ تمھیں صرف ایسی چیزیں ملیں گی جو بری اور غیر انسانی ہیں، جیسا کہ محمد کا یہ حکم کہ جس مذہب کی انھوں نے تبلیغ کی ہے، اسے تلوار کے ذریعے سے پھیلایا جائے۔"

ان ریمارکس پر عالم اسلام کے سخت احتجاج کے جواب میں پاپائے روم نے یہ وضاحت پیش کی ہے کہ ان کی تقریر کے جن الفاظ سے مسلمانوں کے جذبات کوٹھیس پہنچی ہے، وہ ان کے اپنے نہیں ہیں اور نہ ان کے ذاتی خیالات کی عکاسی کرتے ہیں، بلکہ یہ عمانویل دوم کے الفاظ ہیں جنھیں ان کے لیکچر میں محض ایک اقتباس کے طور پر نقل کیا گیا ہے، تاہم پوپ کا خطاب اس تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ ان کے خطاب کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے:

''اس لیکچر میں، میں صرف ایک نکتے پر، جو کہ بذات خود مکالمہ کے حوالے سے بنیادی اہمیت نہیں رکھتا، بحث کرنا چاہوں گا جسے ایمان اور عقل کے مسئلے کے تناظر میں، میں دلچسپ خیال کرتا ہوں اور جو موضوع سے متعلق میرے خیالات کے لیے نکتہ آغاز کا کام دے سکتا ہے۔

پروفیسر خوری کے مدون کردہ ساتویں مکالمے میں، بادشاہ جہاد کے موضوع کو چھیڑتا ہے۔ بادشاہ کو یقیناً سورہ ۲:۲۵۶ کے بارے میں معلوم ہوگا جو کہتی ہے کہ ''دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔'' یہ ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے جب محمد ابھی طاقت سے محروم اور خطرے کی زد میں تھے۔ تاہم فطری طور پر بادشاہ کو وہ احکام بھی معلوم ہوں گے جو مقدس جنگ سے متعلق بعد کے حالات میں دیے گئے اور جو قرآن میں درج ہیں۔ اہل کتاب اور مشرکین کے بارے میں تجویز کیے گئے طرز عمل کے مابین امتیاز جیسی تفصیلات میں الجھے بغیر، وہ ذرا بے لحاظی سے مذہب اور تشدد کے مابین عمومی تعلق کا مرکزی سوال اپنے شریک مکالمہ کے سامنے ان الفاظ میں رکھ دیتا ہے: ''مجھے دکھاؤ کہ محمد نے آخر نئی چیز کیا پیش کی؟ تمھیں بس ایسی چیزیں ملیں گی جو بری اور غیر انسانی ہیں، جیسا کہ اس کا یہ حکم کہ جس مذہب کی اس نے تبلیغ کی ہے، اسے تلوار کے ذریعے سے پھیلایا جائے۔''

بادشاہ تفصیل کے ساتھ بدلائل اس بات کی وضاحت کو جاری رکھتا ہے کہ تشدد کے ذریعے سے ایمان کو پھیلانا کیوں ایک غیر معقول بات ہے۔ تشدد خدا کے مزاج اور روح کی فطرت سے لگا نہیں کھاتا۔ ''خدا خون سے خوش نہیں ہوتا اور عقل کے مطابق عمل نہ کرنا خدا کی فطرت کے مخالف ہے۔ ایمان روح سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ جسم سے۔ جو شخص بھی کسی کو ایمان تک لے جانا چاہتا ہے، اسے کسی تشدد یا دھمکی کے بغیر، عمدہ طریقے سے بات کرنے اور درست طریقے سے استدلال کرنے کی صلاحیت حاصل کرنے کی ضرورت ہے، .... کسی عقل پسند روح کو قائل کرنے کے لیے کسی کو مضبوط بازو یا کسی قسم کے ہتھیاروں یا کسی شخص کو موت کے خوف میں مبتلا کرنے کے کسی دوسرے ذریعے کی ضرورت نہیں۔''

اس استدلال میں تشدد کے زور پر تبدیلی مذہب کے خلاف فیصلہ کن بیان یہ ہے کہ عقل کے مطابق عمل نہ کرنا خدا کی فطرت کے خلاف ہے۔ مکالمے کے تدوین کار تھیوڈور خوری نے اس پر تبصرہ کیا ہے کہ ''بادشاہ کے لیے، جو ایک بازنطینی تھا جس کی ذہنی تربیت یونانی فلسفے کے تحت ہوئی تھی، یہ بیان کسی استدلال کا محتاج نہیں۔ لیکن مسلم تعلیمات کی رو سے خدا (عقل واستدلال سے) مکمل طور پر ماورا ہے۔ اس کا ارادہ ہماری categories میں سے کسی کا پابند نہیں، حتیٰ کہ عقلی طرز عمل کا بھی نہیں۔ یہاں خوری نے معروف فرانسیسی ماہر اسلامیات R. Arnaldes کی تحریر کا حوالہ دیا ہے جو یہ بتاتا ہے کہ ابن حزم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ خدا خود اپنے کہے ہوئے الفاظ کا بھی پابند نہیں، اور کوئی چیز اس کو پابند نہیں کرتی کہ وہ حق کو ہم پر واضح کرے۔ اگر خدا

کی مرضی ہوتی تو ہمیں بت پرستی کو بھی اختیار کرنا پڑتا۔‘‘

اس اقتباس سے واضح ہے کہ پوپ بنی ڈکٹ نے عمانویل دوم کے مکالمہ کا صرف اقتباس پیش نہیں کیا بلکہ سیاق اور سباق میں اپنے تبصرے کے ساتھ اس کی تائید بھی کی ہے، اس لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ پوپ بنی ڈکٹ کے بیان کی جو وضاحتیں پیش کی جا رہی ہیں اور جن توجیہات کے ذریعے ان کے خطاب کے اس حصے کو گول کر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ محض لیپا پوتی ہے اور اصل بات وہی ہے کہ پاپائے روم نے اسلام کے تصور جہاد کو اپنے خطاب کا ہدف بنایا ہے اور وہی بات مذہب کے نام پر کی ہے جو مغرب کے سیاست دان اور حکمران لامذہبیت اور سیکولرازم کے نام پر کر رہے ہیں۔

جہاں تک پاپائے روم یا عمانویل دوم کی اس بات کا تعلق ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو تلوار کے ذریعے سے پھیلانے کا حکم دیا تھا تو یہ اسلامی تعلیمات اور تاریخی حقائق دونوں کے یکسر منافی ہے، اس لیے کہ قرآن کریم نے یا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی کسی شخص کو زبردستی کلمہ پڑھانے کا حکم نہیں دیا۔ قرآن کریم نے تو صراحت کے ساتھ اس بات کا حکم دیا ہے کہ ’لا اکراہ فی الدین‘، دین کے قبول کرنے میں کوئی جبر نہیں۔ ’من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر‘، جس کا جی چاہے، ایمان لائے اور جس کا جی چاہے، کفر اختیار کرے۔ ایمان یا کفر میں سے کوئی راستہ اختیار کرنا خالصتاً کسی بھی شخص کا ذاتی اختیار ہے اور اس کے لیے جبر کی کوئی بھی صورت اختیار کرنے کو اسلام جائز نہیں سمجھتا، لیکن کسی فرد کا اسلام قبول کرنا یا نہ کرنا اور بات ہے، اور انسانی سوسائٹی میں اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور ظلم وجبر کے خلاف صف آرا ہونا اور عدل وانصاف کی آسمانی تعلیمات کے فروغ کے لیے جہاد کرنا اس سے بالکل مختلف امر ہے اور اسی کو جہاد کہتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک جہاد کا یہی تصور ہے اور یہ جہاد بنی اسرائیل میں بھی موجود رہا ہے۔ قرآن کریم نے بیت المقدس کی فتح کے لیے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی جنگ اور جالوت کے مقابلے میں طالوت اور حضرت داؤد علیہ السلام کی جس جنگ کا ذکر کیا ہے، وہ جہاد ہی تھے اور بائبل نے بھی ان جنگوں کے واقعات قدرے مختلف انداز میں بیان کیے ہیں۔ یہ جنگیں شریعت موسوی کی بالادستی اور اس دور کے ظالموں، جابروں اور غاصبوں کو زیر کرنے کے لیے تھیں۔

الغرض کیتھولک مسیحیوں کے عالمی راہ نما پوپ بنی ڈکٹ کے یہ ریمارکس خلاف حقیقت ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور چند ماہ قبل جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والی صورت حال کے تسلسل کو باقی رکھنے کی ایک افسوس ناک کوشش بھی ہے جس کی پاپائے روم کے منصب پر فائز کسی شخصیت سے قطعاً توقع نہیں تھی۔ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مزید مشتعل کرنے کی بات ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ پاپائے روم بین المذاہب مکالمہ اور ثقافتوں کے مابین مکالمہ کی ضرورت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ اس طرح کی اشتعال انگیزی کے ذریعے اس کے راستے میں رکاوٹیں بھی کھڑی کر رہے ہیں۔ کیا پوپ بنی ڈکٹ خود بھی اپنے اس غیر منطقی اور غیر معقول طرز عمل پر نظر ثانی اور اس کی اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟